اسلامی ریاست کا بنیادی دستور: میثاق مدینہ اور پیغامِ پاکستان کی باہمی مطابقت کا تحقیقی جائزہ

The consitution of an Islamic state:A research analysis of Charter of Madinah and Paigham e Pakistan

Abdul Rasheed
PhD Scholar Department of Islamic Learning University of Karachi & Lecturer, Department of Islamic Studies, Bahria University Karachi Campus:
abdulrasheed.bukc@bahria.edu.pk

Abstract

The charter of Madinah is the principal document to implement in Muslim societies and states. Madinah was the first Islamic state where the first constitution was experienced by its Muslims and Non-Muslims citizens alike which had turned most of the enemies into friends. After the demise of the Last Prophet PBUH, Muslim rulers, until they were following the same constitution were able to swiftly deal with the internal and external challenges to the Islamic State. However, in modern days the Muslim states have been suffering from its internal chaos, intolerance, and lack of justice, therefore, this paper compares parallelly the Charter of Madinah and the document of Paigham e Pakistan in order to ascertain the similarities it entails to create stability and sustainability in the Pakistani society. This paper, by using qualitative comparative research methodology, highlights different similar aspects of the said documents including, but not limited to, insurgency against or within Islamic state, terrorism with in or against Islamic state or its people, the relation between state and its habitants, and last but not the least, the true definition and interpretation of the concept of Jihad in Islam. The paper concludes that Paigham e Pakistan's idea is based on the idea of Charter of Madinah and using the latter document as a road map can have remarkable future opportunities not for Pakistan but for the Muslim Ummah alike.

Keywords: *Charter of Madina, Paigham e Pakistan, Peace, Sustainable growth.*

حیات ابن آدم اور اس کے مقاصد و تقاضوں کو قدرت نے بڑے دقیق عناصر کے ساتھ باریک بینی سے مرتب کیاہے۔ قدرت کی طرف سے انسان کی نشو و نما کا انداز حیوانی طرز سے بالکل مختلف ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کی پیدائش کے علت و اسباب بھی دیگر حیوانوں سے قدرے مختلف ہیں اور اس کی زندگی کو بے لگام و بے دام نہیں

چھوڑا گیا۔ اگرچہ خالق کائنات نے انسان کو مکلف کے ساتھ بہت سے امور میں مختار بھی بنایا ہے تاکہ نشوونما ممکن ہو سکے، یعنی انسان سب سے زیادہ اللہ کے تصرف میں ہے اور اللہ ہی نے انسان کو دوسری مخلوقات پر تصرف کا حق و اختیار بھی دے رکھا ہے مگر اللہ تعالی نے انسان کو ودیعت شدہ اختیارات وتصرفات میں کچھ ضابطے اور حدود و قیود بھی متعین کر دیے ہیں اور انہی حدود و قیود کو توڑنے پر انسان سے روز جزاء سوال وجواب ہوگا اور جزاء وسزا کا یہ معاملہ ویسے تو دونوں ہی مخلوق جن وانس کے ساتھ ہے مگر انسان اشرف اور ممتاز مخلوق ہے اس لیے اس پر اضافی ذمہ داری عائد کی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے تنہا انسان کو ہی تسخیر کائنات کا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ کائنات دراصل ایک منظم و مستحکم نظام فطرت کے تحت کاربند ہے اور اس فطرت کے قانون میں خلل ڈالنا محال ہے اور نہ ہی اس میں کوئی عیب تلاش کیا جاسکتا ہے اور انسان کو اس فطری نظام کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان کرنے کا اختیار ہے البتہ اس فطرتی نظام سے ٹکرانے کی انسان کو بلکل اجازت نہیں ہے۔

چونکہ پوری کائنات ایک نظام کے تحت چلتی ہے چنانچہ اس کائنات میں بسنے والے انسان بھی صاحب کائنات کے طے کردہ اُصول و قواعد کے مطابق زندگی بسر کرسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انسان اس فطرتی نظام کے ادراک اور شعور کا تقاضہ کرتا ہے جو انسان کو بذریعہ وحی دیا جاتا ہے اسی لیے آغاز وحی میں بتادیا: اپنے پیدا کرنے والے رب کے نام سے پڑھو، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، عزت والے رب کے نام سے پڑھو، جس نے قلم کے ذریعہ اس چیز کا علم دیا جس کا انسان کو پہلے سے علم نہ تھا۔[1]

اب اسی زمین میں ہم دیکھتے ہیں کہ نسل انسانی کی افزائش پر گروہ در گروہ آباد کاری وجود میں آئی اور انسانوں نے شعوری طور پر اپنی بقا کی خاطر معاشرے کی صورت شیرازہ بندی شروع کی اور اس تسلسل کے ساتھ زمانے نے انسانی تہذیب وترقی کے بیشتر نشیب وفراز دیکھے ہیں حتی کہ انسانی معاشرہ ایک ریاست کے طور پر وجود میں آنے کے لیے تیاریاں کر رہا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی منصوبہ بندی آسمانوں پر بھی ہو رہی تھی۔ بادشاہت کے زیر تسلسط صرف اور صرف استحصال کے واقعات ہیں مگر انسانیت اپنی تعظیم، حق مساوات اور عدل وانصاف سے جب بھی نابلد ہوئی تو وحی کے علم کے ذریعے انسان کو شعور دے دیا گیا۔ 571ء تا632ء برس انسانیت کی تکمیل کے اہم ترین سال ہیں یہ عرصہ وہ سنہری دور رہا ہے کہ جس میں معاشرے میں انسانیت کا تقدس اگر پامال ہوتا تھا تو اسی

[1] سورۃ العلق:96

Surah Al-Alaq : 96

معاشرے میں انسانیت کا تقدس بحال کیا گیا عدل و انصاف کا بول بالا ہوا اور حقِ مساوات ہر خاص و عام میں تقسیم کر دیے گئے۔ چنانچہ یہ تریسٹھ برس انسانیت کے آئیڈیل برس ہیں جس سے ہمیشہ انسان رہنمائی لیتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد جب بھی کسی معاشرے میں زوال یا فطرتی نظام کے خلاف مسائل پیدا ہوئے تو انہی تریسٹھ برسوں سے رہنمائی لی گئی۔ چنانچہ مملکت خداداد پاکستان میں بھی جب معاشرتی نظام میں بگاڑ پیدا ہوا اور طاقت کا نسل انسانی کی ترویج کی بجائے نسل کشی کے لیے استعمال کیا جانے لگا تو 2018ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک قومی بیانیہ "پیغام پاکستان" کے عنوان سے شائع ہوا جس کی بنیاد میثاق مدینہ کے معاہدے پر رکھی گئی ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی تشریح کو حالات حاضرہ کے اس جدید ماحول میں اس دور کی نوجوان نسل میں عام کرنے کی ایک کوشش ہے۔ چنانچہ اس مقالے میں میثاق مدینہ اور پیغام پاکستان کی باہمی مطابقت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ریاست کے معنیٰ:

"ریاست کا لفظ رأس سے ماخوذ ہے - رأس کسی بھی چیز کی بلندی، سرا، انتہاء اور چوٹی کو کہا جاتا ہے۔"[2]

ابن المنظور افریقی "ریاست" کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں:

"الرأس اعلی کل شئ من المجاز, الرأس سید القوم والرأس کالا میر"

"ہر چیز کی بلند ترین سطح کو رأس کہتے ہیں, مجازاً رأس کا لفظ قوم کے سردار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور لفظ رأس امیر کے ہم معنی ہے۔"[3]

اہل عرب "رئیس" اس کو کہتے ہیں جو رتبے میں سب سے اونچا اور سب سے اول ہو اور اس کے عمومی معنی سرداری سربراہی حکومت و اقتدار وغیرہ کے ہیں۔[4]

اگر اسلامی تاریخ میں فقہ السیاسۃ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں ریاست کے لیے مختلف اصطلاحات مستعمل رہی ہیں۔

---

[2] محمد وسیم اکبر شیخ، "اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار"، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ص:133

[3] الافریقی، ابن منظور, لسان العرب, بذیل مادہ 'سوس' بیروت: دار صادر, 1956ء, ج،6، ص:291۔

[4] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور دانش گاہ پنجاب یونیورسٹی، 1973ء، ج،10، ص:415۔
Urdu dairah Ma'arif Islamia, Lahor Danish Gah, Punjab University,1973AD,Vol.10 , p.415.

علامہ ماوردی نے ریاست کے لیے "الامامته والخلافته" کے الفاظ استعمال کیے۔[5]

جے-ایچ لاسکی نے ریاست کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"The state, it is urged is intact the supreme pour in any given political society, but it is infect used to protect and promote in the society the interest of those who own its instruments of production."[6]

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"ریاست وہ ہیئت سیاسی ہے جس کے ذریعے ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اسے قوت قاہرہ اور قوت نافذہ کا امین قرار دیتے ہیں۔"[7]

ریاست کی اہمیت:

انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اور اسے اپنی معاشی، معاشرتی اور سیاسی ضروریات کے لیے اجتماعی نظم کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ مفاہمت اور مصالحت سے معاشرے میں افراد کے درمیان اتحاد کا رشتہ مضبوط ہو سکے۔ اسی اتحاد کے سبب ریاست وجود میں آتی ہے جو معاشرے کے افراد کے لیے مرکزی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ معاشرے میں امن وامان معاشی طور پر اشیاء کا باہمی تبادلہ تمدنی اور تہذیبی ترقی کی ضامن ریاست ہی ہوتی ہے ریاست کا سب سے بڑا کردار معاشرے کے افراد میں اتحاد، امن، سکون، نظم وضبط، عدل اجتماعی اور قانون کی بالادستی کا نفاذ کرنا ہے۔

ریاست میں دستور کی اہمیت:

اس دنیا کے قانون کا یہ طرز عمل ہے کہ کسی بھی ریاست کا قیام کسی متعین ومستحکم دستور کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عالمی ریاستوں نے تاریخ کے اوراق میں اپنا نام انہی دستور کی بنیاد پر بنایا ہے کیونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی معاشرہ لا قانونیت کے زیر دست کارگر نہیں ہو سکتا۔ انسان حیوانِ باشعور ہے اور جدت پسند ہے اس لیے اس کے لیے اصول وضوابط کا تعین لازمی ہے اس دنیا کی تاریخ میں اگرچہ بڑی بڑی ریاستیں بنتی اور

---

[5] الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السطانیہ والولایات الدینیہ، بیروت شرکاتہ دارالرقم، س،ن،5۔

Al-Mavardi, Abu Ul Hasan Ali Bin Muhammad, Al-Ahkam Al-Sultania Wal wilayat AL-Diniyah, Bairut, Shrkatu, Dar Alrqam,N.D,p.5.

[6] Laski H-J, A grammar of politics, London George Allen and unwind 1967, 3.

[7] مودودی، سید ابواعلی، اسلامی ریاست فلسفہ نظام کار اور حکمرانی، لاہور، اسلامک پبلکیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، مارچ1992ء

Modudi, Sayed Abu A'ala, Islmaic Riasat Falsafa Nizam kar aur Hukmrani, Lahore, Islamic Publications, Shah Alam Market, March 1992.

گرتی رہی ہیں لیکن ان کے دستور کی موجودگی میں دستور کے اندر خامیوں اور ترامیم نے اس ریاست کے قانون کو ختم کر دیا۔ عرب معاشرہ مرکزیت کے قانون سے واقف تھا لیکن قبائلی انتشار نے عرب معاشرہ میں اپنی جڑیں صدیوں سے جمائی ہوئی تھیں اور ہر قبیلے کا سردار اپنے قبیلے پر حکمران ہوتا تھا اور اس کے منہ سے نکلی بات قانون سے بالا دست کہلاتی تھی انتشار اور انارکی کے اس ماحول میں جنگ وجدال کا دور رہتا تھا اور قبائل اپنے دشمن قبائل کے لیے نسلوں تک سفاک مزاجی اختیار کیے رکھتے تھے۔ البتہ قبائلی انتشار میں جنگ وجدال اور قبائلی دشمن سے تحفظ کے روک تھام کے لیے عربوں کے ہاں ایک مضبوط "حلیف" کا نظام جاری تھا۔ جو کسی نہ کسی اصول و قواعد کی بنیاد پر قائم ہوتا تھا جس میں قبیلے باہمی ہم آہنگی سے دوسرے قبیلے کے ساتھ کچھ شرائط بمع حقوق و فرائض ایک معاہدہ کرتا اور اس طرح ایک قبیلہ ایک سے زیادہ قبائل کو اپنا حلیف اور دوست بنالیتا۔ یہ معاہدہ بھائی بندی کے اصول پر قائم ہوتا تھا گویا تمہارا دوست ہمارا دوست اور تمہارا دشمن ہمارا دشمن کی بنیاد پر اس کا طرزِ عمل تھا۔

اس منتشر قبائلی معاشرے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ایک منظم قانونی ریاست بنانے کا ارادہ کیا تو یہ گویا اس معاشرے سے بغاوت کے مترادف تھا کیونکہ جن لوگوں نے کبھی مرکزیت کا تصور بھی نہ کیا ہو وہ بھلا مرکزیت کو ایکدم کیسے مان لیتے یہ بظاہر اتنا آسان نہ تھا اور نبوت کے تیرہویں سال ہجرت مدینہ کی صورت میں اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ موقع دیا کہ آپ کی حکمت عملی اور مصلحت پسندی سے حاکمیت خداوندی وانسان دوست قانون کی بالادستی قائم ہو سکے۔

میثاق کے معنی و مفہوم:

میثاق عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے حروف اصلیہ 'وثق' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں عہد نامہ، عہد وپیمان، قول و قرار، قرار مدار، وعدہ، معاہدہ وغیرہ۔ یہ عمومی طور پر سیاسی نوعیت کا ہوتا ہے۔[8]

قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے میثاق کا لفظ مختلف جگہوں پر 23 مرتبہ استعمال کیا ہے۔ اقوام عالم میں یہ مشہور میگنا کارٹا سے ہے۔

(Magna Carta) معاصر دنیا کی سب سے پہلی انسانی حقوق کی باضابطہ دستاویز ہے جو تقریبا 700 سال پہلے تیرہویں صدی عیسوی میں 15 جون 1215ء کو مرتب کی گئی لیکن تحقیقی شواہد کے مطابق میگنا کارٹا انسانی حقوق

---

[8] www.rekhtadictionary.com

کی کوئی دستاویز نہ تھی بلکہ یہ بادشاہ وقت جون(John) اور جاگیر داروں کے مابین جھگڑے کے نتیجے میں طے ہونے والا پہلا بنیادی معاہدہ تھا جس میں بادشاہ اور جاگیر داروں کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے تھے۔[9]

در حقیقت میثاق مدینہ نہ صرف دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے بلکہ اس کی امتیازی حیثیت اور اپنے نفس مضمون اور مفہوم کے اعتبار سے بھی دستوری طور پر آئینی خصوصیات کا سرشار ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی تعلیمات پر مبنی اسلام کے عادلانہ نظام کو مدینے کے معاشرے میں 622ء میں میثاق مدینہ کے ذریعے نافذ کرنا شروع کیا۔ میثاق مدینہ کو دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ثابت کرنے میں نہ صرف مسلمان محققین نے اپنا کردار ادا کیا ہے بلکہ غیر مسلم محققین نے بھی میثاق مدینہ کو دنیا کا سب سے پہلا دستوری آئین ثابت کرنے میں جو تحقیقات پیش کی ہیں اس سے بھی یہ بات عیاں ہے۔ ولہاوزن نیم اسناخ نے مدینہ کی دستاویز کو 47 دفعات پر منقسم کیا ہے اور اکثر مغربی مؤرخین نے اسی تقسیم کو تسلیم کیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس دستاویز کو 52 دفعات مین تقسیم کیا ہے۔[10]

میثاق مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے میں 23 دفعات ہیں اور دوسرے حصے میں 24 دفعات ہیں۔ پہلا حصہ مسلمانوں مہاجرین اور انصار کے باہمی حقوق و فرائض پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ یہود اور اہل مدینہ کے مشرکین اور مسلمانوں کے تعلقات اور حقوق و فرائض پر مشتمل ہے۔

میثاقِ مدینہ کے اثرات و نتائج:

میثاق مدینہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبائل کی آپس کی عداوتیں اور خانہ جنگیوں کو ختم کرنے کے لیے مظلوموں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا اور وحی کے ذریعے نازل ہونے والی شرعی سزاؤں کا اجرا کیا گیا تاکہ معاشرے میں امن و امان کی فضا کو قائم کیا جاسکے۔ بقول علامہ شبلی نعمانی:

"نو دس برس کے متواتر اور پیہم کوششوں سے پورے عرب میں امن و امان قائم ہو گیا۔ قریش اور یہودیوں کی سازشوں کا طلسم ٹوٹ گیا اور تمام رہزن اور ڈاکو جتھے رام ہو گئے۔"[11]

---

[9] الراشدی، ابو عمار زاہد، اسلام اور انسانی حقوق اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے تناظر میں، الشریعہ اکیڈمی، ص40۔
Al-Rashdi, Abu Amar Zahid, Islam aur Insani Huqoq Aqwam Mutahidah kay Almi Manshor ky tanazur men, Al-Shariah Academy ,

[10] ڈاکٹر حمید اللہ، دی فرسٹ رٹن کانسٹیٹیوشن ان دی ورلڈ، لاہور، 1970ء، 9۔

[11] شبلی نعمانی سیرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم، لاہور الفیصل ناشران کتب، 1991، 2:13)

اس طرح شہر مدینہ بطور ایک ریاست اسلامی جمہوری نظریے کے زیر اثر قائم ہونے والی دنیا کی سب سے پہلی ریاست بنی۔ ریاست مدینہ سے پہلے اور نہ بعد کوئی ریاست اسلامی مکمل اسلامی نظریے کے تحت قائم ہو سکی البتہ 1400 سال تک کے اس زمانے میں پاکستان ریاست مدینہ کے بعد سب سے پہلی ریاست ہے جو خالصتاً نظریہ اسلام کے دستور کی اساس پر قائم ہوئی۔ اول تا آخر پاکستان کے قیام کے مقصد کی تشہیر اسلام کے نام پر ہی ہوئی۔

ہجرت مدینہ کے بعد میثاق مدینہ کے تصور کا مقصد ان منتشر افراد کے تشخص کو بحال کرنا تھا جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کے دل سے قائل تھے۔ میثاق مدینیہ کے دستاویز کا ایک پہلو یہ بھی رہا کہ اس کے نتیجے مین مدینے میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا بھی تحفظ موجود تھا۔ اور مذہبی طور پر یہ نصاب لاکر ایک بہترین معاشرے کی بنیاد کی تشکیل و تعمیل پائی جس کی بناء پر انتشار کا خاتمہ ہوا اور کھرا کھوٹے سے جدا ہو گیا۔ اگر یہی صورتحال ہم قیام پاکستان کے ضمن میں دیکھیں تو معاملہ تھوڑا مختلف نظر اتا ہے۔

میثاق مدینہ اور نظریہ پاکستان:

قیام پاکستان کے وقت مسلمانون کی اکثریتی آبادی یک زبان متحد تھی اور قوم اور قیام پاکستان کا نظریہ بھی بالکل واضح تھا بانیان پاکستان نے اور خود قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے دستور کی ابتدا میں خاص حمایت نہیں کی تھی کیونکہ پاکستان کا دستور ان کی نظر میں پہلے سے متعین تھا قائد اعظم آل انڈیا مسلم لیگ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے منعقدہ 15 نومبر 1942 کے اجلاس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا تھا کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہو گا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں؟ مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے 1300 سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمدللہ قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا"[12]

یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد اپنی حیات میں پاکستان کے لیے کسی حتمی دستور کی طرف پیشرفت نہ کی۔ بلکہ قائد اعظم کے ایک بیان سے اس بات کی صریحاً وضاحت ہوتی ہے کہ پاکستان کیوں اور کس لیے حاصل کیا گیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:

"مسلمانوں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا ہے دولت شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد و سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور

---

[12] www.forum.mohaddis.com

اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی۔ مسلمانوں کی آزادی تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔میں آپ سے اس کی داد اور صلہ کا طلبگار نہیں ہوں ۔میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، میرا ایمان اور میرا اپنا ضمیر گواہی دے کے جناح تم نے واقعی دفاعِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔جناح تم مسلمانوں کی تنظیم و اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کے طاقتوں پہ غلبے میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔"[13]

"I am working for Muslims because I want that when I meet ALLAH hereafter death HE would say "Well done Mr. Jinnah".[14]

مذکورہ بیانات میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ قیامِ پاکستان اور اسلام کی پہلی دستاویز میثاقِ مدینہ میں ایک تعلق ابتدا سے قائم ہے۔میثاقِ مدینہ اور پیغامِ پاکستان کے مندرجات کی تفصیلات کا تذکرہ کرنے سے پہلے یہ امرِ ضروری ہے کہ ریاستِ پاکستان کے وجود اور نظریہ پاکستان کو شاملِ بحث کیا جائے۔درحقیقت مقالہ کی درست تفہیم اس کے بغیر ممکن نہیں۔ بایں ضرورت اسلام اور نظریہ پاکستان کو سمجھنا ضروری ہے۔

اسلام اور نظریہ پاکستان:

دنیا افراتفری کا شکار تھی اور پورے کرہ ارض میں کالونیلزم کا نظام قائم تھا۔ایسے میں برطانیہ فرانس امریکہ اور جرمنی جیسی ابھرتی ہوئی طاقتیں منظر عام پر تھیں۔جنہوں نے دنیا کی زمینوں پر قبضہ کیا ہوا تھا اور لوگوں کو اپنا محکوم بنایا ہوا تھا۔بلاد اسلامیہ نہایت خطرے کی صورتحال سے دوچار تھی۔اگرچہ خلافت ابھی بھی قائم تھی لیکن خلیفہ مرد بیمار تھا نتیجتاً اس کسم پرسی کے حالات میں بالآخر 1924ء میں مسلمان خلیفہ اور دورِ خلافت سے محروم ہوئے۔ایسے میں اسلام کی تصویر اور تصور مبہم ہونے لگا۔اسی ضرورت کے پیش نظر نظریہ پاکستان کو پیش کیا گیا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی زمین کا ٹکڑا حاصل کیا جائے جس کو ریاست کی صورت میں ترتیب دے کر اسلام کا

---

[13] انقلاب لاہور،22اکتوبر1939،8۔

[14] گفتار قائد اعظم،234

نظام وہاں پر نافذ کیا جائے تاکہ پوری دنیا یہ دیکھے کہ اسلام زندہ ہے اور اگر کوئی اسلام دیکھنے کا خواہاں ہو تو وہ پاکستان دیکھے۔[15]

اس کا اندازہ Wilfred Countwell Smith کے تبصرے سے لگایئے جو کینیڈا میں McGill University Montreal تقابل ادیان کے پروفیسر رہ چکے ہیں، انہوں نے پاکستان کے قیام کے بعد 1949ء میں پاکستان آمد پر پاکستان کے لوگوں سے مباحثہ کیا اور پھر اس کا نتیجہ یوں اخذ کر کے لکھا:

> " If confronted with the question, what kind of country they wish Pakistan to be, Pakistani Muslims are in fairly general accord that the answer is "Islamic"...... in the case of Pakistan, on the other hand, the whole reason the d'etre of the state in Islam ; it is Islam alone which brought it into being, and Islam alone which hold it togather".
>
> "اگر پاکستانی مسلمانوں کو اس سوال کا سامنا کرنا پڑے کہ وہ پاکستان کو کس قسم کی ریاست دیکھنا چاہتے ہیں تو پاکستانی مسلمان واضح طور پر متفق ہیں کہ "ایک اسلامی ریاست" دوسری طرف جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے تو اس ریاست کے وجود میں آنے کا سبب اسلام ہے اور یہ صرف اسلام ہی ہے جو اس ریاست کو وجود میں لایا ہے اور اسلام ہی ہے جس نے اس کو قائم رکھا ہوا ہے۔"[16]

گویا کہ یہ ایک ایسا عہد تھا جب کفر اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ مسلط تھا اور پاکستان کی سرزمین پر اسلام کا نظام اجتماعی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور نظام عدالت قائم کرنے کی سعی کی گئی۔ اقتدار اعلیٰ کا تمام تر حق اللہ ہی کے حوالے ہے اور پاکستان کے مقتدرین اور منتظمین اپنے عہدوں کو اللہ کی امانت سمجھ کر اور اس کے سامنے خود کو جواب دہندہ جان کر اپنے فرائض کو سرانجام دیں گے۔ پاکستان کے قیام کے بعد اولین قیادت کا یہ عہد اللہ سے جو انہوں نے کیا وہ صدق دل سے تھا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تم میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔"[17]

---

[15] تاریخ نظریہ پاکستان، پروفیسر محمد سلیم، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، اشاعتِ دوم، جولائی 1978، ص، 221-225۔

[16] Wilfred Cantwell Smith, Pakistan An Islamic State, Sh. Muhammad Ashraf Publisher, Kashmiri Baza, Lahore.summer, 1951,page: 10-29

[17] القرآن البقرہ 2:40۔

اللہ تعالیٰ نے کوشش کرنے والوں کے لیے پاکستان کا حصول ممکن بنایا اور اسی جذبے کے تحت لوگوں نے قطار در قطار پاکستان ہجرت کرنا شروع کی اور اس ہجرت کے دوران لاکھوں جانوں نے نذرانے بھی پیش کیے۔ لوگ اپنی شناخت قومیت، نسل پرستی اور ذات پرستی کی بنیاد پر نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ ایک اسلامی ریاست کے تحت اپنی زندگی کا تحفظ اور اپنی اسلامی شناخت چاہتے تھے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی سرزمین پر نظام اسلامی قائم کرنے کے عزائم بھی بہت پختہ تھے۔

یہ بظاہر بہت مشکل کام تھا کہ اول تو ایک اسلامی ریاست کا قیام ہو اور دوسرا یہ کہ وہاں اسلام کا نظام اجتماعی طور پر نافذ کیا جائے۔ گویا یہ عالمی برادری اور خصوصاً تاج برطانیہ سے بغاوت کے مترادف تھا۔ اس ضمن میں لارڈ کارنر Lord Cormer کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

> " England was prepared to grant eventual political freedom to all of her colonial possessions as soon as a generation of intellectuals and politicians, imbued through English education with the ideals of English culture, were ready to take over, but under no circumstances would the British government tolerate for a single moment an independent Islamic state".

انگلینڈ اس پر راضی تھا کہ جیسے ہی دانشوروں اور سیاست دانوں کی ایک ایسی نسل جس پر انگریزی تعلیم و تہذیب کے ساتھ رنگ چڑھا ہوا ہو اور نظام سنبھالنے کے لیے تیار ہوں تو اپنی تمام نو آبادیاتی ملکیتوں کو سیاسی آزادی عطا کر دے۔ لیکن کسی بھی قسم کے حالات میں برطانوی حکومت ایک لمحے کے لیے بھی ایک آزاد اسلامی ریاست قبول نہیں کرے گی۔"[18]

اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ان حالات میں بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اور اگر کافر لوگ ناپسند کریں۔" [19]

---

[18] Jewish conspiracy and the Muslims world, edited by Misbahul Islam Farooqi, Feb 1967 , published by Misbahul Islam Farooqi, I.G 6/3 Nazimabad Karachi ,Pakistan Page 3

[19] القرآن الصف 8:61۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بہتر سمجھی جاسکتی ہے کہ ریاست پاکستان کا نظریہ واساس اسلام ہی ہے۔

مملکت پاکستان اسلامی ریاست:

بر صغیر سے آزادی حاصل کرنے والا ایک زمین کا ٹکڑا جو آج "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس مملکت کا سرکاری مذہب اسلام اور اس کی نظریات، سیاست اور اساس سب اسلامی ہیں۔ اگرچہ اس کا عملی مظاہرہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہو لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہو گا جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے پکارا جائے گا اور اب اس آئین میں اس کا ذکر پاکستان کے نام سے کیا جائے گا۔ قرارداد مقاصد میں دیے گئے اصولوں اور شقوں کو دستور کا موثر حصہ بنادیا گیا ہے اور یہ اسی طرح لاگو ہوں گے۔"[20]

قرارداد مقاصد کی اہمیت:

پاکستان کی 90فی صد سے زائد آبادی مسلمان ہیں اور پاکستان کی اساس اور نظریہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر قائم ہے۔ پاکستان کا اول تشخص ہی اسلامی ہے اسی تشخص کی بحالی کے لیے قیام پاکستان کے وقت مغربی پاکستان میں غیر مسلموں کی تعداد تقریباً تین فیصد جبکہ مشرقی پاکستان میں 22 فی صد تھی اور پاکستان کی کل 25 فی صد اقلیتی آبادی ریاست کے سیکولر ہونے کا مطالبہ کر رہی تھی۔ ایسی صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے علماء کرام کے تعاون سے 7 مارچ 1949ء کو اسمبلی میں قرارداد مقاصد پیش کی جس کو 12 مارچ 1949ء میں منظور کر لیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق نے صدارت کے عہدے پر فائض ہوتے ہی 2 مارچ 1958ء کو قرارداد مقاصد کو پاکستان کے آئین میں آٹھویں ترمیم کر کے آئین پاکستان کا مسلسل حصہ بنادیا۔[21]

قرارداد مقاصد کی اہمیت کا اندازہ اس کے ابتدائیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

[20] ڈاکٹر صفدر محمود، آئین پاکستان، جنگ پبلشرز، لاہور، 1993ء، 44۔

[21] آئین پاکستان مجریہ 1973ء، دفعہ نمبر 2 اور ضمیمہ دفعہ نمبر 2، 2004ء، اسلام آباد، 3۔

"اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیر حاکم مطلق ہے اس نے جمہور کے ذریعے مملکت پاکستان کو جو اختیار سونپا ہے وہ اس کی مقرر راہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔"

اس وقت پوری دنیا میں مسلم ممالک کی تعداد 57 ہے اور دنیا کی آبادی میں واضح اکثریت کی صورت میں نمایاں ہیں مگر یہ بات تعجب خیز ہے کہ کسی ایک بھی مسلم ملک اسلامی نظریے پر قائم نہیں اور نہ ہی اس کا دستور مکمل اسلامی ہے۔ حتیٰ کہ سعودیہ عرب بھی اس اعزاز کو نہ پہنچ سکا مگر اس کرہ ارض پر واحد پاکستان اسلامی نظریے کی اساس پر قائم ہے اور اس کا ہی دستور اسلامی ہے۔ قرارداد مقاصد کے ابتدائیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل اقتدار اللہ کا ہے اور اللہ ہی اس ریاست پاکستان کا حاکم اول و اعلیٰ ہے۔ دوسری سطر میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ

"دستور کی رو سے اسلام کے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل و عمرانی کے اصول کا پورا اتباع کیا جائے گا۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنادیا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن و سنت میں درج اسلامی تعلیمات اور مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں"۔[22]

قرارداد مقاصد میں قائد اعظم محمد علی جناح کا وہ بیان درج ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ پاکستان ایک جمہوری ریاست ہوگی جو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر قائم کی جائے گی۔

"حقائق کے پیش نظر پاکستان کے بانی قائد اعظم محمد علی جناح نے اس بات کا اعلان کیا کہ پاکستان ایک جمہوری مملکت ہوگی جس کی بنیاد معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر قائم ہوں گی۔"[23]

اب چونکہ قرارداد مقاصد پاکستان کے آئین کا ابتدائیہ اور مستقل حصہ ہے اور پاکستان کے دستور اور نظام کا تعین کرنے والا ایک لائحہ عمل ہے مگر آج کے دور میں پاکستان کی اہمیت اس کے نظریات اور اس کے قیام کے مقاصد سے آج کی نسل ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پے در پے، انتشار بد امنی اور لاقانونیت کا نظام رائج ہے۔ پچھلے دو سے تین دہائیوں میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات نے عالمی سطح پر پاکستان کا امیج اور بگاڑ کے

---

[22] ایضاً۔

[23] Abdul Hafeez Khan, An introduction to Pakistan constitution, Radio Pakistan parliamentary representative, published by Oxford book house ,Victoria Road ,Sadar, Karachi -3 , 1956 , page :10

رکھ دیا ہے۔ پاکستان کو ایک تو دہشت گرد اور بدامن ملک کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا ہے، دوسرا المیہ پاکستان میں خانہ جنگی، نسل پرستی، قومیت، لسانیت پرستی صوبائی تعصب اور مذہبی فرقہ واریت جیسے ناگزیر حالات نے گھیر رکھا ہے۔

انہی حالات کے سدباب، پاکستان کے نظریات اور اس کے قیام کے مقاصد کو آج کی نسل کے اذہان میں تروتازہ کرنے کے لیے پیغام پاکستان کا اجرا کیا گیا ہے۔ میثاقِ مدینہ اور پیغامِ پاکستان کے مابین باہمی مطابقت پر جائزہ پیش کرنے سے پہلے ضرورت اس اَمر کی ہے کہ پیغامِ پاکستان کا مختصر اتعارف پیش کیا جائے۔

پیغام پاکستان کا تعارف:

پیغام پاکستان کا ابتدائی مسودہ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے محققین نے تیار کیا۔ 26 مئی 2017ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی میں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان عزت مآب جناب ممنون حسین صاحب کی صدارت میں منعقد ہونے والے قومی سیمینار بعنوان "میثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیل نو" کے موقع پر پیش کیا گیا۔ ریاستی و سرکاری سطح پر اس متفقہ فتوی کی تقریبِ رُونمائی 18 جنوری 2018ء کو ایوانِ صدر میں پاکستان کے صدر جناب ممنون حسین نے کی۔ اس دستاویز پر کم و بیش 1829 علماء کی جانب سے دستخط کیے گئے ہیں۔ پیغام پاکستان ایک عشرے سے زائد عرصے پر محیط دانشوروں کی سوچ اور جدوجہد کا نتیجہ ہے اس عمل میں پاکستانی مدارس کی مذہبی قیادت نے ملکی یکجہتی اور سالمیت میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کے تمام مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مذہبی سکالرز نے پیغام پاکستان کے عنوان سے ایک فتویٰ جاری کیا۔ فتویٰ بڑے پیمانے پر دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف واضح نقطہ نظر پر مشتمل ہے۔ اسے دہشت گردی کے خلاف پاکستان کا قومی بیانیہ کہا جاتا ہے۔ اس بیانیے میں ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کرنا واضح طور پر منع ہے۔ ریاست کسی فرد کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے۔[24]

اس دستاویز کا آغاز انسانی نسل کی ابتدا یعنی آدم اور حوا سے کیا جاتا ہے کہ کس طرح انسان ابتدا میں چھوٹے گروہ سے ایک بستی اور پھر ایک معاشرے سے ایک عالمگیر قومیت میں تبدیل ہو گیا۔ اللہ تعالی نے ہر دور کے انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا:

---

[24] پیغام پاکستان محققین ادارہ تحقیقات اسلامی، ص:10، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2018ء۔

"اور ہم نے (اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے انبیاء کو صرف ان کی قوموں کی طرف ہی مبعوث کیا۔"[25]

لیکن ضرورت اب بھی اس بات کی تھی کہ انسان کی تخلیق کے مقاصد تشنہ تھے اور اسی تشنگی کو سیر اب کرنے کے لیے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سعادت ہوئی جو ایک عالمی انقلاب اور انسان کی حقیقی شناخت کا ظہور ہے۔ اسی لیے رسول اللہ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ ﷺ بشیر ونذیر ہیں اور اور تمام عالم کے لیے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

"اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"[26]

پیغامِ پاکستان: میثاق مدینہ کی عکاس:

اس دستاویز کے تحقیقی جائزہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ "میثاق مدینہ" کے اکثر نکات کو اس پیغام کا حصہ بنایا گیا ہے۔ پیغامِ پاکستان کی بنیادی تشکیل و تدوین کے پہلے سیمینار کا عنوان "میثاقِ مدینہ کی روشنی میں پاکستان معاشرے کی تشکیلِ نُو" جو کہ 26 مئ 2017 میں منعقد ہوا اس میں بھی اس بات پر زور دیا گیا کہ معاشرے کے افراد کی تشکیلِ جدید قرآن وسنت اور "میثاقِ مدینہ" کے طرز پر کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

مزید برآن "پیغام پاکستان" کے ابتدائی حصہ "اسلامی ضابطہ حیات" پر روشنی ڈالی جائے تو بارہا "میثاقِ مدینہ" کے دیگر نکات کا شمول نظر آتا ہے۔ انسان کے فکری، ذہنی ارتقاء میں حائل رکاوٹوں پر بات کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت دی گئی ہے کہ عالمی سطح پر معاشروں میں تنگ نظری، نسل پرستی، اور تعصب کو ہوا دی جارہی ہے جب کہ دینِ متین میں مسلمانوں سے ایسی سوچ کر فروغ اور اس کا حصہ بننے سے اجتناب کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی بعثت کا جامع پیغام بھی "امن وسلامتی" اور باری تعالیٰ کی فرمانبرداری قرآن وسنت کے مطابق کرنے کا درس ملتا ہے۔

اخلاقِ حسنہ آپ ﷺ کی تعلیمات اور میثاقِ مدینہ کی تعلیمات کا بھی حصہ ہیں جس سے "نرمی، نیکی، عدل، حق دار کو اپنا حق عطا کرنے، ضعیف وکمزور" کا خیال رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح "انسانیت کا تمام تعصبات"

---

[25] القرآن الروم47:30

[26] القرآن الانبیاء107:21۔

سے بالاتر ہونے کا ذکر موجود ہے۔ حقوق و فرائض میں عدل کے ساتھ تقسیم، امن و سکون، معاشرتی ہم آہنگی، وعدوں کی پاسداری، بے بس ولاچار کے حقوق کے تحفظ پر بھی زور دیا گیا ہے۔

اس طرح دستاویز "پیغامِ پاکستان" "ریاستِ پاکستان" کے افراد کے مابین م میں عادلانہ نظام کے قیام کو میثاق مدینہ کے اصول و ضوابط کی روشنی میں نافذ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کی جانب سے سالِ اول میں ہی یثرب میں "میثاقِ مدینہ" کے ذریعے امن و سلامتی کو یقینی بنانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا نیز پاکستانی معاشرے میں بھی اس ماڈل کو سامنے رکھتے ہوئے میثاقِ مدینہ کی طرز حکمتِ عملی پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

عصرِ حاضر میں سیاسی قیادت منقسم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے اور انہیں یکجا کرنے کے لئے "میثاقِ مدینیہ" کے ان اہم اصولوں پر اتفاق رائے سے ایک ساتھ بٹھایا جانا ممکن ہے۔ جس طرح اوس و خزرج، مہاجرین و انصار مدینہ اور غیر مسلم قیادتیں آپ ﷺ کی قیادت میں متحد ہوئی تھیں ویسے ہی آج کی قیادت آپ ﷺ کی سنت پر اتباع کرتے ہوئے کیا جانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ریاست میں امن و سلامتی کی خاطر اجتماعی نظامِ ریاست پر متحد ہونے کے ساتھ ایسے تمام گروہوں کو ساتھ بٹھایا جائے جو ریاست کے اندر اجتماعیت کے بجائے انفرادیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مدینہ کے اندر تمام تر اکائیوں کے باوجود آپ ﷺ کی کی حکمتِ عملی کا نمونہ و مظہر کی عکاس میثاقِ مدینہ میں موجود ہے جہاں آپ ﷺ نے اس معاہدے کے ذریعے سب عرب قبائل کو متفق کیا۔[27]

پیغامِ پاکستان کے دستاویز میں "میثاقِ مدینہ" کے طرز پر ریاست پاکستان میں مزید دیگر حقوق کے عطا کرنے پر زور دیا گیا ہے جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

- سماجی طور پر یکساں حقوق
- دفاعی سلامتی کو یقینی بنانا
- مذہبی اور شخصی آزادی
- مسلمانوں اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ
- کسی فرد کو دوسرے پر فوقیت دینے سے اجتناب
- تحقیر کرنے اور دوسروں کو کم تر سمجھنے کی ممانعت

---

[27] پیغام پاکستان محققین ادارہ تحقیقات اسلامی، ص:1-12، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2018ء

- عدل و انصاف پر تعلقات کے قیام پر زور
- مذہبی گروہوں کے مشترکہ اصول اپنانے پر زور
- سابقہ مذاہب کا احترام اور دیگر قوموں کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا
- دینِ اسلام کے قبول کروانے میں جبر، زبردستی کرنے سے ممانعت
- دوسرے مذاہب کی تحقیر کرنے سے اجتناب
- عورتوں، بچوں اور نادراں افراد کے حقوق کا تحفظ

نیز، پیغامِ پاکستان کے عنوان "اسلامی ضابطہ حیات میں ظلم و ستم، تکبر، سختی کے بجائے نرمی کو اختیار کرنے، عدم برداشت، عجز و انکسار، بردباری، تحمل و برداشت جیسی تعلیمات اپنانے پر زور دیا گیا ہے جو کہ "میثاق مدنیہ" کا اہم جزو ہیں۔ قبیح عادات کو ترک کرنے اور اسلامی آداب و اخلاقِ حسنہ جیسے امتیازات کو اپنا معمول بنانے پر خصوصی بحث کی گئی ہے۔

غرض یہ کہ اسی عنوان کے تحت طاقت کے مقابل امن و سلامتی، محبت و رواداری، باہمی برداشت کے رویوں کے فروغ اور توازن و میانہ روی کو اختیار کرنے پر توجہ دلائی گئی ہے۔ جس طرح "میثاق مدنیہ" کے ذریعے یثرب کے باشندوں کی تشکیلِ جدید ممکن ہوئی نیز اسی طرح عصرِ حاضر میں پاکستانی معاشرے کی تشکیلِ نُو پر اس دستاویز کے ذریعے شور دیا گیا ہے۔

میثاق مدینہ اور پیغامِ پاکستان کے مابین مطابقت کا تحقیقی جائزہ:

قومی بیانیے "پیغامِ پاکستان" میں قرآنی تعلیمات سے کئی آیات کو بطور مآخذ لیا گیا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت بالعموم اور "میثاقِ مدینہ" کے بعض مندرجات کا بالخصوص تذکرہ موجود ہے۔ مقالہ نگار اسی پیشِ نظر اس مقالہ میں میثاق مدینہ اور پیغامِ پاکستان کی باہمی مطابقت کا مطالعہ کرنے کی سعی کریگا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہیں اور یہ ان تمام حدود و قیود کو ضبط کر لیتی ہیں جو اس سے پہلے معاشرے میں لوگوں کے درمیان تفرقات کا باعث بنی تھیں۔

2-2 پیغامِ پاکستان کی شق کے ذیل میں قیامِ پاکستان کے عنوان کے تحت ایک سطر قابل غور ہے:

> "اس پاکستان میں پازیٹوزم Positivism اور کامن لا Common Law پر مبنی قانونی نظام قران و سنت کے ماتحت ہو اور اس طرح ایک جدید ریاست میں اجتہاد کے

ذریعے ایسا ترقی یافتہ قانونی نظام قائم کیا جائے جو جدید اسلامی قانون کا پرتو ہو اور اس کی مدد سے مملکت خداداد میں ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں امن، سکون، سلامتی، اقتصادی ترقی اور معاشرتی ہم آہنگی کے اسلامی اصولوں کا رواج ہو جبکہ غیر مسلموں اور معاشرے کے کمزور طبقوں کے حقوق کا مکمل تحفظ ہو۔"[28]

اسلام کا عالمی نظام جو محض مذہب سے کہیں بڑھ کر ہے ایک نومولود ریاست میں قائم کرنا اور ان حالات میں کہ جس وقت ابھی برطانوی سامراج کا غلبہ بھی کم نہ ہوا تھا اور دنیا مستقل کفر کے شکنجے میں تھی اور جیسا کہ پہلے Lord Cormer کا بیان عرض کیا جا چکا ہے کہ برطانیہ اس بات پر آمادہ تھا کہ ایک الگ ریاست وجود میں ائے لیکن وہ اس بات پر ہرگز راضی نہیں تھا کہ ایک اسلامی ریاست وجود میں ہے۔

یہ بظاہر تو بڑی شجاعت کی بات لگتی ہے لیکن اگر دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو ایک احمقانہ پہلو بھی موجود ہے کیونکہ جس کسم پرسی اور مسکینی کے حالات سے پاکستان ابتدا میں گزر رہا تھا وہ اس بات کی اجازت نہیں دے رہے تھے کہ اسلام میں قرآن اور سنت اور پھر اجتہاد جیسے نظام کا قیام ہو۔

مگر یہ بات بھی قابل ستائش ہے کہ 1949ء میں وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے قرار داد مقاصد پیش کر کے پاکستان کے قیام کا مقصد اور موقف عالمی برادری میں واضح کر دیا تھا۔ دوسری بات یہاں غیر مسلم اقلیتوں اور کمزور طبقے کی ہے تو اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی کی جائے اور اسلامی ریاست کا یہ اولین ذمہ ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق و فرائض کا تحفظ ہر صورت میں ممکن بنائے۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑا کروں گا۔"[29]

---

[28] پیغام پاکستان، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، فیصل مسجد کیمپس، اسلام اباد، ناشر، پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، سن اشاعت 2018ء، 14۔

[29] ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری (ریاست مدینہ کے تناظر میں) ارشاد اللہ، ڈاکٹر حافظ عبد المجید، اسلام آباد 2/2/2019ء، 19۔

یہ نہ صرف ایک تنبیہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قانون تھا جو ریاست مدینہ میں جاری کیا گیا تھا۔

میثاق مدینہ میں اقلیتوں (قبائل یہود) کے حقوق کے متعلق دفعات 26-35 موجود ہیں۔ اور یہ واضح مطابقت اقلیتوں کے حقوق کی میثاقِ مدینہ اور پیغامِ پاکستان میں سے ہمیں ملتی ہے۔

2-3 کی شق کے تحت "اسلامی جمہوریہ پاکستان کی کامیابیاں" کے عنوان کے تحت یہ سطر بھی قابل غور ہے:

"موجودہ دنیا میں پاکستان وہ ملک ہے جہاں اسلامی اصولوں کے مطابق سب سے زیادہ قانون سازی ہوئی ہے۔"[30]

دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان ہی وہ ملک ہے جہاں پر اسلامی اصولوں کے مطابق سب سے زیادہ قانون سازی ہوئی ہے مگر پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جہاں سب سے زیادہ اسلامی قانون کی خلاف ورزیاں بھی ہوئی ہیں۔ قانون سازی اسی وقت کار آمد ہے جبکہ اس کے تحت قانونی کاروائی بھی کی جاتی ہو۔ آج بھی عرض وطن پر ایسے حادثات اور واقعات رونما ہو چکے ہیں اور ہر گزرتے دن کے ساتھ معمول بنتے جا رہے ہیں۔ قانون کی بالادستی کا عالم یہ ہے کہ کسی طرح کی کوئی اسلامی تعزیرات جیسی کوئی سزا عملی طور پر فعال کم نظر آتی ہے جو کہ کسی مجرم کو جرم کی پاداش میں دی جاتی ہو۔ اگرچہ فلاں جرم کی سزا فلاں اسلامی سزا دستور میں درج ہے۔ اور ہزارہا مرتبہ اس بات کی تکرار ہوتی رہی کہ "پاکستان کے 1956ء، 1962ء اور 1973ء کے دساتیر میں اسے اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا اور طے کر دیا گیا کہ پاکستان میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بنے گا۔ لیکن اطلاق اور عملی نظیریں ایسی کم ملتی ہیں"[31]

1-3 "اسلامی ریاست کے خلاف جنگ" کے عنوان کے تحت ریاست کے "دفاع کی خاطر" دامنے درمے سخنے اور پر مسلح جدوجہد کی جانب توجہ دلائی گئی ہے اور ریاست کے خلاف پر مسلح سازشوں اور بغاوتوں کے سدباب کے لیے حاکم وقت کی اطاعت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ریاست کا دفاع اس لیے بھی لازم ہے کہ نظام اسلامی قائم کرنے میں جو رکاوٹیں اور سازشیں درپیش آتی ہیں ان کو اہل ریاست دفاعی طور پر شریعت کی حدود و قیود کو ملحوظ نظر

---

[30] پیغام پاکستان، محولہ بالا، 15۔

[31] ایضا۔

رکھتے ہوئے انصاف کے ساتھ دست درازی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ریاست میں رہنے والے افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے امن و امان اس کے نظام کے استحکام اور بالادستی کے لیے تفرقات کو بھلا کر یکجہتی کا مظاہرہ کریں اور یہی جذبہ ان کو ایک امت کی صورت میں متعین کرتا ہے۔ جس طرح میثاق مدینہ کے بعد مدینے کے متفرق قبائل اور قومیت سے وابستہ افراد نہ صرف عقدی دینی بلکہ سیاسی اور عمرانی نظریے سے بھی ایک امت کی صورت میں وجود پذیر ہوئے۔

"وہ دوسرے تمام لوگوں سے علیحدہ ایک وحدت (امت) ہیں۔"

"اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کریں یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ہاتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔"[32]

"یہ محمد نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد نامہ ہے جو قریشی اور مدنی مومنین و مسلمین کے درمیان نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کی پیروی کر کے ان میں اس طرح آملیں کہ ان کے ساتھ رہیں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں یہ سب لوگ مل کر دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر ایک جماعت قرار پائیں گے۔"[33]

اور اس کی مزید وضاحت دستور کی پہلی دفعہ کے الفاظ:

"ومن تبعهم فلحق بهم و جاهد معهم" سے ہوتی ہے۔

اسی طرح سولویں دفعہ کے الفاظ:

" انه من تبعنا من يهود فان له النصر والا سوة"

نیز میثاق کی دفعہ نمبر 25 میں بنو عوف اور دیگر یہود کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ" امہ مع المومنین" ہیں۔[34]

[32] ہاشمی، شاہ معین الدین، میثاق مدینہ فقہی مطالعہ، فکر و نظر، اسلام آباد، 42/2، 7۔

[33] میثاق مدینہ کی اہمیت و افادیت، ڈاکٹر امان اللہ خان، 11۔

[34] الاموال لابی عبید، 219۔

یہ بات واضح رہے کہ اگرچہ مدینہ متفرق قبائل اور قومیت کے افراد کا مسکن تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میثاق مدینہ کے تحت ریاست مدینے کے قیام پر اہل مدینہ کو بالخصوص سیاسی اور عمرانی امت کے طور پر متعارف کروایا اور مشرکین اور یہود کے قبائل کو 'لا کراہ فی الدین' کی بنیاد پر اپنے اپنے مذہب پر کاربند رہنے کی آزادی کا مکمل حق دیا۔ اس کی وضاحت میثاق مدینہ کی دفعات نمبر 25 سے 35 تک ہوتی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

"لليهود دينهم وللمسلمين دينهم" [35]

مذکورہ امت کا ذکر سیاسی اور دفاعی طور پر ہے جس کا مقصد ریاست مدینہ کے استحکام کے لیے یکجہتی کا مظاہرہ اور امن وامان کی فضا کے قیام کے لیے اتحاد کو لازم کرنا مقصود تھا۔ اس بحث میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے فرائض کا تعین میثاق مدینہ کی صورت میں اسلام کا نظام عدل وانصاف اور شخصی اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور حاکم قابل مثال ہے۔

مختصر یہ کہ اندرونی وبیرونی سازشوں اور بغاوتوں اور شورشوں سے ریاست کا دفاع اسی وقت ممکن ہے جب حاکم وقت تدبیر اور تصدیق سے کام لے اور شریعت کے متعین کردہ اصولوں اور حدود وقیود کو مدنظر رکھتے ہوئے خشیت الٰہی کے جذبات سے خود کو اللہ تعالی کے سامنے جواب دہندہ جان کر حکومتی نظام کی ذمہ داری کو بخوبی نبھائے۔

3.2 ریاستی اداروں اور عوام الناس کے خلاف دہشت گردی کے عنوان کے تحت اس بات کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام صریحاً دہشت گردی اور ظلم وستم کی سخت مذمت اور تردید کرتا ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس طرح عام طور پر محاورتاً یہ کہا جاتا ہے کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے لیکن اسلام نے جنگ میں بھی کچھ قواعد وضوابط مجاہدین پر نافذ کیے ہیں جس کا پاس رکھنا بے حد ضروری ہے اور ان ضابطوں کی تکفیر کرنے والا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا مقصد یہ ہے کہ ریاست اسلامی کی جنگی صورتحال میں یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مجاہدین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ضوابط کا پاس رکھنے کی تعلیم دیں اگرچہ دشمن کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو مگر کسی صورت انسانی تقدس کی پامالی نہیں ہونی چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

---

[35] میثاق مدینہ فقہی مطالعہ، محولہ بالا، 14۔

"اے ایمان والو اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو عدل کیا کرو وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور اللہ سے ڈرا کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب اگاہ ہے۔"[36]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے بھی ہمیں واضح ثبوت ملتے ہیں کہ دوران جنگ بھی انسانیت کا تقدس کتنا عظیم ہے اور آپ نے اس کی بحالی کے لیے ہر ممکن اپنے اصحاب کو تعلیمات دیں اور وہ تعلیمات آج بھی مسلمانوں کے لیے خواب تقلید اور لازمی وواجب ہیں۔

"حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکر اسلام کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے صریحاً منع کیا۔"[37]

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریر فرمایا:

"بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی عہد نبوی کی مسلم فوج) دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے سو تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔"[38]

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ کے کسی صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مشرکین کے بچے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین ہی کے بچے تھے (یعنی ان کے والدین بھی مشرک تھے) خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران بھی قتل نہ کیا جائے۔"[39]

---

[36] القرآن المائدہ 5:5-8۔

[37] شافعی، المسند: 238۔

[38] مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم والنهی عن قتل صبیان اهل الحرب، 1444ھ/3، 1812۔

[39] احمد بن حنبل، المسند، 3/435، 15626-15627

شعائر اسلام میں انسانی جان کی حرمت بھی شامل ہے اور اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوران جنگ دشمنی اور عداوت میں اپنے حریف کے بچوں اور عورتوں اور ضعیفوں کو بھی ظالمانہ انداز میں قتل کر دیا جائے بلکہ اسلام کی تو تعلیمات یہ ہیں کہ اپنے حریف کو بھی ایک وار میں قتل کر دیا جائے اور اس کو کرب و اذیت دینے یا اس کی لاش کے ساتھ مسلح کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ لیکن بہیمانہ خصلت کے افراد معاشرے میں شر و فساد اور انتشار کا باعث بنتے ہیں اور مذہبی تعصب اور قوم پرستی کے نام پر دہشت گرد اور خود کش حملوں کے ذریعے انسانیت کے قتل عام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ معاملہ نہ صرف نچلی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر رائج ہے جس نے اقوام عالم میں زبردستی کی جنگ کے حالات مسلط کیے رکھے ہیں۔

پچھلی چند دہائیوں سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو دہشت گردی اور فرقہ وارانہ جنگ کا مسلسل سامنا کرنا پڑا ہے جو آج تک جاری ہے۔ اسی دہشت گردی اور جنگ کے سدباب کے نتیجے میں تاریخ پاکستان میں آرمی پبلک اسکول 16 دسمبر کا کربناک سانحہ بھی شامل ہے۔ یہ بلاشبہ پاکستان کی تاریخ میں ایک تاریک ترین واقعہ ہے جس کا مداوا کسی طور ممکن نہیں ہو سکتا۔

3.3 فرقہ پرستی اور تکفیریت کا رجحان کے عنوان کے تحت ایک بہت بڑے اور سنگین مسئلے پر بحث کی جاتی ہے اگرچہ یہ مسئلہ صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نہیں ہے بلکہ اس وقت فرقہ پرستی اور تکفیریت کا مرض پوری امت مسلمہ میں پایا جاتا ہے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس مسئلے کی صورتحال قدرے نازک ہے۔ پاکستان میں صرف چار یا پانچ آئمہ کرام کی تقلید و تعلیمات رائج نہیں ہیں بلکہ یہاں ہزاروں کی تعداد میں فرقے دھڑے اور شاخیں وجود رکھتی ہیں اور ستم بالائے ستم کہ عوام الناس صرف شدت پسند ہے صاحب علم نہیں ہیں اور عوام کی یہی جہالت فرقہ پرستی کو ہوا دینے میں مدد کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی ہر گلی سے کافر کافر کی صدائیں بلند ہوتی سنائی دیتی ہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام تفرقہ دین کے نام پر رائج العام ہے اور یہ وہی دین ہے جس کی ابتدا اقرا سے ہوئی تھی اور جس کی انتہا اتحاد ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کے رشتوں پر دین کے رشتے کو فوقیت دی ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات کو قائم کیا اور مسلمان کو اس کے دوسرے مسلمان بھائی کے مال اور میراث میں حصے دار بنایا اور یہ بھائی چارہ خالصتاً دینی رشتے پر قائم ہوا رشتے میں عرب سے تفرقہ پسند قبائلی معاشرے میں مسلمانوں کا بطور امت ایک تشخص منوایا اور اسی سے امت کا تصور ابھرا جو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتحاد کی ترجمانی کرتی ہے۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتحاد اور ان کی باہمی شفقت کے اعزاز کا اندازہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے لگایا جاسکتا ہے:

" محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں آپس میں بہت رحم کرنے والے ہیں آپ انہیں رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے دیکھتے ہیں وہ اللہ کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدے کرنے کے اثر (نشان) سے ہے۔"[40]

اسی طرح حدیث میں بیان ہوتا ہے:

"مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے سے محبت کرنے اور شفقت کرنے میں جسم انسانی کی طرح پاؤ گے کہ اس کے ایک عضو میں بھی تکلیف ہو تو سارے اعضا بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"[41]

تفرقے کی جڑیں اکھاڑنے کے لیے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہی کافی ہے:

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو۔"[42]

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اجتماعی وحدت کو اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے جو کوئی جماعت سے جدا ہو گا وہ دوزخ میں جا گرے گا۔"[43]

الغرض یہ کہ اسلام میں کسی بھی بنیاد پر اور بالخصوص دینی بنیاد پر تفرقہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اللہ ایک ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ لازم تقلید ہے اور اللہ کا دین کامل ہے اس پہ جھگڑے کا کوئی سبب پیدا نہیں ہو سکتا۔

3.4 جہاد کی غلط تشریح کے عنوان کے تحت جہاد کے اصل مفہوم کی تشریح کی کوشش کی گئی ہے- انتہاء پسند جماعتوں نے جہاد کے اسلامی مفہوم کو اس طرح مسخ کیا انہوں نے اسے اس کے انتہائی وسیع مفہوم سے تنگ مفہوم کی طرف منتقل کر دیا ہے یعنی اس کا وسیع مفہوم ہے اللہ کریم کی رضا کے حصول کے لیے اپنی نفسانی خواہشات وشہوات سے لڑنا اور اپنی طاقت وقدرت کو اس میں صرف کرنا۔ جبکہ انتہاء پسند گروہوں نے اس تصور جہاد

---

[40] القرآن الفتح 29:48۔

[41] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمت اللناس والبھائم، 2/6011۔

[42] القرآن آل عمران 103:3۔

[43] ترمذی، السنن، کتاب الفتن، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، 40/3، 2167۔

کو تشدد، زیادتی، قتل اور تخریب کاری جیسے تنگ اور من گھڑت تصور تک محدود کر دیا ہے جس میں یہ لوگ کفار کی طرف بڑھنے سے پہلے اپنے ہی پر امن اور بیگناہ لوگوں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ہاں یہ صحیح ہے کہ شرع میں لفظ جہاد کا اطلاق قتال پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ[44]

"اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں"

لیکن جہاد اپنی خاص متعدد شرائط کے بغیر درست نہیں، جہاد کو صرف ظلم وزیادتی کرنے والوں کی جارحیت واستبداد کو روکنے کیلئے مشروع کیا گیاہے اور اس حد سے تجاوز کرنا ممنوع ہے۔اس پر دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا

"اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو"[45]

اور جب ضرر سے دفاع حاصل ہو جائے تو اس مفہوم کے ساتھ جہاد ممنوع ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا[46]

"اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔"

اور جہاد اپنے وسیع مفہوم میں ہمیشہ باقی رہتاہے اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے، یہ فرض اس سے کبھی زائل نہیں ہوتا سوائے اس صورت کہ جب انسان مکلف نہیں رہتا اور اسی لئے شریعت میں اسے جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

3.5 امر بالمعروف کے عنوان سے قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان۔یہ نہ صرف ریاستی سطح پر بلکہ انفرادی سطح پر بھی ایک اہم ترین موضوع ہے۔ریاست کے تحفظ اور امن وامان کے حالات پیدا کرنے کے لیے اور معاشرے کو اندرونی انتشار سے پاک رکھنے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین اسلام کا سب سے اہم پہلو ہے

---

[44] القرآن التحریم9:66۔

[45] القرآن البقرۃ190:2۔

[46] القرآن الآنفال61:8۔

اور اس کی تعلیمات مسلم معاشرے کا تشخص کرانے میں کارآمد ثابت ہوتی ہیں۔ امر بالمعروف وہ نہی عن المنکر ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے جس کی نشاندہی قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے:

"اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو وہ نیکی کی طرف دعوت دیں اور وہ اچھے کام کا حکم دیں اور وہ برائی سے منع کریں اور وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔"[47]

اور پھر مسلمانوں کا یہ اعزاز ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد کریم ہے:

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور تم برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"[48]

لیکن آج کے حالات میں کچھ لوگ معاشرے میں انتشار پھیلانے کے لیے دینی شعائر کا ناجائز استعمال کرتے ہیں اور عوام الناس میں یہ مشہور وعام کرتے ہیں کہ وہ دین کی تبلیغ کر رہے ہیں جبکہ اس کے درپردہ ان کا مفاد مخفی ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

" منافق مرد اور منافق عورتیں ان کے بعض بعض سے ہیں وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور وہ نیکی سے منع کرتے ہیں۔"[49]

میثاق مدینہ کی دفعہ نمبر 13 اور 46 میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

"اچھائی کی تربیت اور نصیحت مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ہو گی"۔

" تمام مومنین راست باز ہر ایسے فرد کی مخالفت کریں جو ان سے زیادتی سے مال طلب کرے یا ان کے درمیان سرکشی فتنہ خرابی بے انصافی برپا کرنا چاہے ایسے سرکش کی سزا کے لیے سب متحد رہیں گے خواہ وہ سرکش ان میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔"[50]

3.6 قومی میثاق کو نظر انداز کرنے کا رجحان کے عنوان کے تحت ریاستی سطح پر ہونے والی عہد شکنیوں کے سدباب کے لیے معاہدے کی اہمیت اور نزاکت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

---

[47] القرآن آل عمران 3:104۔

[48] القرآن آل عمران 3:110۔

[49] القرآن التوبہ 9:67۔

[50] میثاق مدینہ کی اسنادی اور تشریحی حیثیت کا تجزیاتی جائزہ، علمیات، 2020ء، ص:40۔

میثاق مدینہ میں تحریر شقیں جو مسلمانوں کو اس بات پر پابند کرتی ہیں کہ وہ اپنے حلیف معاہدین کے ساتھ برابری اور مساوات کا رویہ رواں رکھیں اور زیادتی اور بے انصافی کے کسی عمل سے معاہدے میں ضعف نہ آنے دیں۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے تاکیداً مسلمانوں کو اپنے عہد کو پیمان کو مکمل کرنے پر تاکیداً حکم دیا ہے۔

"اے مومنو اپنے عہد کو پورا کیا کرو۔"[51]

معاہدے کی پاسداری کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے میثاق مدینہ کی چند ایک شقیں درج ذیل ہیں:

" اللہ تعالی کا عہد و پیمان اور ذمہ داری ایک ہی ہے ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی تمام مومنوں پر لاگو ہو گا سب مومن دوسروں کے مقابلے میں بھائی بھائی ہیں۔"(شق:15)

" جن یہودیوں نے ہمارے ساتھ معاہدہ کیا ہے وہ تمام مومنین کی طرف سے ہمدردی کے مستحق ہوں گے اور برابر نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف تعاون کیا جائے گا۔"(شق:16)

" تمام مومنون کی صلح ایک ہو گی جنگ کی صورت میں کوئی مومن دوسرے مومن کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں اس وقت تک صلح نہیں کرے گا جب تک تمام مومن صلح نہیں کریں گے۔"(شق:17)

"اور یہ تمام معاہدین باری باری جنگ میں ہمارے ساتھ شامل رہیں گے۔"(شق:18)

"اور بے شک سب مؤمنین متقی براہ راست اور بہتر طریقے پر ہیں اور کوئی مشرک قریش کی جان ومال اور کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ ہی مومن کے آگے اس کی حفاظت کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔"(شق:20)

"ہر مومن جو اس معاہدے کو تسلیم کرلے اور اس کی پابندی کا اقرار بھی کرے اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان بھی رکھے اس کے لیے ہر گز جائز نہ ہو گا کہ وہ کسی مجرم (جس پر شرعی حد واجب ہو چکی ہو) اس کی مدد کرے یا اس کو پناہ دے جو شخص ایسے انسان کی مدد کرے گا اسے پناہ دے گا اس پر اللہ کی لعنت اور غضب قیامت کے دن نازل ہو گا اور اس کا کوئی کام (فرض نفل) قبول نہ کیا جائے گا"۔(شق:22)

"اور اگر معاہدین کے درمیان کسی قسم کا بھی اختلاف رونما ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لیے اللہ عزوجل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے"۔(شق:23)[52]

---

[51] القرآن المائدہ1:5۔

[52] میثاق مدینہ کی اسنادی اور تشریحی حیثیت کا تجزیاتی جائزہ، محولہ بالا، 43۔

خلاصہ بحث:

پیغامِ "میثاق مدینہ" آپ ﷺ نے امت کو امن، راوداری و باہمی تعلق کو بہتر انداز میں استوار کرنے، اور بین الاقوامی تعلقات کو مستحکم کرنے کے لئے بطورِ نمونہ عطا کیا۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے اس بات کی درست تفہیم "میثاق مدینہ" کے قیام سے پہلے کے حالات و واقعات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ فتنوں کا دور تھا جس میں ریاست کے "فکرِ جدید" کا قیام و تصور کا بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ہجرتِ رسول ﷺ کے بعد تمام دنیا نے اس بات کا مشاہدہ کیا۔ اس دستور میں صرف ایک قوم، بلکہ تمام مہاجرین و انصار و دیگر اس خطے میں موجود قبائل کو شریکِ میثاق ٹھرایا گیا۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ریاستِ مدینہ کے داخلی و خارجی مسائل کے سدِباب کی جانب ایک ایسی سبقت کا قدم تھا جس سے یہ عرب خطہ سیاسی، سماجی، معاشی و مذہبی طور پر استحکام کی طرف گامزن ہوا۔

پیغامِ "میثاق مدینہ" کو عصر حاضر کے کسی بھی بیانیے، میثاق، معاہدے کے ساتھ تطبیق نہیں کی جاسکتی، البتہ آج کے کسی بھی اسلامی ریاست کے بیانیے کو "میثاق مدینہ" کے بیانیے کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ ریاستِ پاکستان عصرِ حاضر میں ایک پُر فتن دور سے گذر رہی تھی جس میں دہشت گردی، انتہاپسندی، مسلکی و مذہبی منافرت اور دیگر کئی ایسے کئی اہم مسائل جن کا سدِباب ہونا ناگزیر تھا۔ ایسے میں قومی بیانیہ "پیغامِ پاکستان" کا فتویٰ معاشرے کے افراد کے لئے ایک نئی امید کی کرن ثابت ہو سکتی ہے۔ اس بیانیے کے آنے سے یہ امکان اب معدوم نہیں کہ اہلِ پاکستان ایک فکرِ جدید "میثاق مدینہ" کے تناظر میں "پیغامِ پاکستان" سے اپنے چھوٹے اور بڑے مسائل کو حل کر سکیں۔ اس خطے میں موجود مسائل کا حل، "پیغامِ پاکستان" کے ذریعے ممکن ہے، کیونکہ اس کے شریک تمام مکاتب فکر کے علماء ہیں اور تمام مفکرین کا ایک فکر پر جمع ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ریاستی طور پر اب اس بات کا ادراک کیا گیا ہے کہ "قومی مسائل" کو مکالمے کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں اس متفقہ بیانیے کو "پیغامِ میثاق مدینہ" کے عین فکر کے مطابق بنایا جانا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اطاعت اللہ و اطاعت رسول ﷺ سے جب معاشرے کے افراد رُوگردانی کریں تو ان حالات میں ریاست کی زمہ داری ہے کہ عوام الناس کے "نصابِ تعلیم" اور دیگر وسائل کے وسیلے انہیں قرآنی تعلیمات سے آگاہی فراہم کرے، نیز آپ ﷺ کی تعلیمات کے فروغِ عامہ کا بھی کوئی ایسا مربوط نظام قائم کرے جس سے تعلیاتِ قرآن ورسول ﷺ عام ہوں۔ ایسے میں اسلامی ریاست "قومی بیانیہ" کے ذریعے بھی معاشرے کے افراد کو کتاب اللہ و سنتِ رسول ﷺ کی طرف رُجوع کرنے کی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ ایسے بیانیے کے ذریعے عوام الناس کو شعور و آگاہی دی جاسکتی ہے کہ وہ کسی فردِ واحد یا گروہ کے فکر پر چلنے کے بجائے فکر قرآن و

سنت کو اپنا دستور بنائے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے تمام تر پہلوؤں سے اپنی ریاست کے داخلی و خارجی مسائل کا حل پیش کرے۔